

## عدم ادائیگی نفقہ پر فسخ نکاح

تحریر: پروفیسر سید شمس الدین، چیچہ وطنی

نکاح کی وجہ سے مرد و عورت پر ایک دوسرے کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان میں ایک اہم ترین حق بیوی کا نفقہ ہے جو تین چیزوں کو شامل ہے: خوراک، پوشاک اور مکان۔ قرآن مجید نے مختلف مواقع پر اس کی تصریح کر دی ہے:

وعلی الولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف (۱)

(ترجمہ) شوہر کے ذمہ بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے معروف طریقہ پر۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله (۲)

(ترجمہ) یعنی اور اہل کسائش کو چاہیے کہ اپنی کسائش کے مطابق خرچ کریں اور جن پر روزی تنگ ہو ان کو بھی چاہیے کہ اللہ کی عطا کے مطابق نفقہ دیں۔

اسکنوهن من حیث سکنتم (۳)

(ترجمہ) جہاں تم خود رہو تو وہیں ان کو (اپنی بیویوں کو) بھی رکھو۔

احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف (۴)

(ترجمہ) تمہارے ذمہ بھلے طریقے پر بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے۔

حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی نے ان کے محل کی شکایت کی۔ تو آپ نے اجازت دی کہ ان کے مال میں سے اتنے لے لو جو تمہارے بچے کے لئے کفایت کر جائے۔ (۵)

حضرت ماریہؓ نے دریافت کیا کہ بیوی کا ہم پر کیا حق ہے تو آپ نے حقوق بتاتے ہوئے فرمایا:

تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا کسبت (۶)

(ترجمہ) چنانچہ ان قدماء نے لکھا ہے کہ اگر شوہر بالغ ہو اور بیوی ناشزہ (نافرمان) نہ ہو تو تمام اہل علم کا

اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ شوہر اگر نفقہ ادا نہ کرے تو کیا حکم ہوگا۔ آیہ بیوی کو طلاق طلب کرنے اور نکاح کے فسخ کرالینے کا حق ہو گیا اس کو اس پیچیدہ صورتحال سے چلانے کے لئے کوئی اور تدبیر کی جائے گی؟ پھر یہاں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ نفقہ نہ ادا کر لینے کی تین صورتیں ہیں۔ نفقہ ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو، قادر ہو اور موجود بھی ہو لیکن ادا نہ کرے۔ شوہر موجود ہی نہ ہو بلکہ غائب ہو۔

اس مسئلے میں عام فقہاء جن میں امام مالک، امام شافعی اور امام محمد بھی شامل ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے بیوی کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ (۷) البتہ طریق کار اور شرطوں میں ان کے درمیان کچھ اختلاف بھی ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ محض اس کی وجہ سے فسخ نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔ علامہ محمد اسماعیل صنعانی (۱۰۵۹-۱۱۸۲ھ) نے نقل کیا ہے کہ یہی رائے اصحاب نواہر اور صحابہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی بھی ہے (۸)

## دلائل احناف

احناف کے دلائل اس طرح ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :  
لَيَنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَن قَدَّرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَلْيَنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ - لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا  
الاماناتاھا (۹)

(ترجمہ) یعنی خوشحال کو چاہیے کہ اپنی خوشحالی کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو اس کو چاہیے کہ اللہ نے جو عطا کیا ہے اس کے مطابق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے مطابق ہی ذمہ داری سونپتا ہے جو اس کو دیتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وسعت و کشائش کے مطابق ہی مرد پر اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے نفقہ واجب ہے اور اسی کا وہ مکلف ہے اس طرح اگر کوئی مفلس اور بالکل ہی تنگ دست ہے تو اس پر نفقہ ہی واجب نہیں ہے۔ اس لئے اس صورت میں اس کا نفقہ نہ ادا کرنا کوئی جرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۲۔ حدیث سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ ازواج مطہراتؓ نفقہ کا مطالبہ کر رہی تھیں اسی دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ دوران گفتگو ان حضرات کو ان کا مطالبہ معلوم ہوا تو حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کی اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کی سرزنش کرنے لگے کہ تم لوگ حضور ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ان حضرات کو اس سے منع

فرمایا (۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ شوہر اگر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو اس پر نفقہ واجب ہی نہیں رہتا ورنہ حضور ﷺ ضرور منع فرماتے کہ یہ ان کا حق ہے۔ ان کو مانگنے دو۔

۳۔ آخر حضور ﷺ کے زمانے میں کس قدر افلاس تھا وہ واضح ہے۔ صحابہؓ کے یہاں عام طور پر فاقوں کی نوبت آتی تھی مگر ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے نفقہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے نکاح کسی کا بھی منسوخ کیا ہو۔

## ۲۔ دلائل جمہور :

جمہور کے دلائل یہ ہیں :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (۱۱)

(ترجمہ) طلاق صرف دو مرتبہ ہے۔ (یعنی جب دودفعہ طلاق دے دی جائے) تو پھر عورتوں کو یا تو بطریق شائستہ نکاح میں رہنے دینا چاہیے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا چاہیے۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

ولا تضاروهن لیضیقوا علیہن (۱۲) (ترجمہ) اور ان کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو کسی قسم کا ضرر پہنچانا جائز نہیں۔ جس میں نفقہ سے محروم رکھنا بھی داخل ہے اور ایسی صورت میں یا تو امساک بالمعروف کرنا چاہیے کہ اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کو رکھا جائے یا تسریح بالاحسان یعنی گلو خلاصی کر دی جائے۔ لہذا جب وہ ”امساک“ پر قادر نہیں ہے تو ”تسریح بالاحسان“ اس پر واجب ہے اور وہ اس پر آمادہ نہیں ہے تو قاضی اس کی طرف سے طلاق دے دے گا۔

۲۔ دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور ﷺ کا (اس شخص کے حق میں جو بیوی کا نفقہ ادا نہ کر سکے) فرمان نقل کیا ہے کہ :

”یفرق بینہما۔ دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔“

۳۔ سعید بن مسعودؓ نے سعید بن مسیبؓ سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے اشخاص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔ یفرق بینہما۔ پھر جب ابو الزناد نے سعیدؓ سے دریافت کیا کہ کیا یہ سنت ہے؟ تو فرمایا ہاں سنت ہے۔ یہ روایت گو کہ مرسل ہے مگر سعید بن مسیبؓ کی مرسل روایات تقریباً تمام ہی محدثین

وفقہاء کے ہاں قابل استدلال ہیں۔ (۱۴)

حافظ ابن حزم نے اس کی یہ توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سنت سے حضرت عمرؓ کی سنت مراد ہے مگر یہ عرف و استعمال کے بالکل خلاف ہے ”سنت“ کا مطلق لفظ صاف بتاتا ہے کہ حضرت سفیانؒ نے اس کو آپ ﷺ کی اور آپ کے عہد کی سنت قرار دیا ہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ کا عمل عبداللہ ابن عمرؓ سے امام شافعیؒ اور شہبازیؒ نے اس طرح نقل کیا ہے :

كتب عمر الى امراء الاجناد ادعوا فلانا ناسا انقطعوا عن المدينة ورحلوا عنها اما ان يرجعوا الى نسائم واما ان يبعثوا بنفقتهن اليهن واما ان يطلقوا ويبعثوا بنفقة ما مضى وبذلك يكون للمرأة حق في محاسبة الزوج بالنفقة المافية فان امتنع الزوج عن الانفاق فالزوجة بالخيار ان شاءت بقيت على نكاحها وان شاءت طلبت التفريق (۱۵)

(ترجمہ) حضرت عمرؓ نے امراء لشکر کو لکھا کہ فلاں فلاں شخص کو (جو مدینہ سے چلے گئے تھے اور وہاں سے کوچ کر چکے تھے) کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس واپس آئیں یا ان کا نفقہ بھیجیں اور یا طلاق دے دیں اور گزرے ہوئے دنوں کے نفقہ کا حساب بھی کر لیں۔ لہذا اگر شوہر نفقہ کے ادا کرنے سے رک جائے تو بیوی کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے یا علیحدگی کا مطالبہ کر دے۔

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا :

لا ضرر ولا ضرار (۱۶) (نہ نقصان اٹھاؤ نہ پہنچاؤ)

یہ فقہ کا عام اور بنیادی قاعدہ ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ دفع ضرر کے لئے قاضی مرد کو طلاق پر مجبور کرے یا اس کی طرف سے طلاق دے دے۔

۶۔ اگر کوئی شخص غلام کا نفقہ ادا نہ کر سکے تو احناف بھی کہتے ہیں کہ اس پر واجب ہے کہ اسے فروخت کر کے اپنی ملکیت سے نکال دے۔ تو بیوی کے حق میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بات واجب ہوگی کہ اس کو طلاق دے کر آزاد کر دیا جائے۔

۷۔ نامرودی کی وجہ سے احناف کے یہاں بھی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے حالانکہ اس کی ضرورت وقتی بھی ہے اور بھوک کے مقابلے میں قابل برداشت بھی۔ اس کا تقاضا ہے کہ نفقہ سے محرومی کی صورت میں بدرجہ اولیٰ فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے۔

## احناف کے دلائل پر ایک نظر

احناف نے جو دلائل پیش کیے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ قرآن کی جس آیت (انطلاق سے) کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ مرد اگر نفقہ پر قادر نہ ہو تو بیوی کا نفقہ اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔ لیکن عورت کو طلاق کے مطالبہ کا حق حاصل ہو گا یا نہ ہوگا؟ یہ بالکل علیحدہ مسئلہ ہے اور قرآن نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

حدیث سے بھی صرف اس قدر ثابت ہے کہ ازواج نے نفقہ کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ عدم قدرت کی وجہ سے ناواجبی تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے شیخین کی صاحبزادیوں کو ڈانٹنے پر خاموشی اختیار فرمائی خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو تنبیہ کر رہے تھے اور باپ کو اس کا حق حاصل ہے۔ ہاں اگر ازواج مطہرات علیحدگی کا مطالبہ کریں اور پھر بھی آپ سکوت اختیار فرماتے تو یہ استدلال بجا ہوتا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نفقہ میں تنگی کی وجہ سے کسی صحابی کا نکاح فسخ نہیں کیا گیا بھی اس وقت دلیل بن سکتا ہے جب یہ بات ثابت ہوتی کہ بعض صحابیوں کی بیویوں نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو اور آپ ﷺ نے مسترد کر دیا ہو۔ جب بیویوں نے مطالبہ ہی نہیں کیا اور اس کا ثبوت نہیں ہے تو اس کی وجہ سے فسخ نکاح کا ثبوت کیونکر مل سکتا ہے؟ (۱۷)

## موجودہ حالات کا تقاضا

لیکن دلائل سے قطع نظر فقہاء احناف رحمہ اللہ نے ایسی عورتوں کے لئے جو متبادل اور حل پیش کیا ہے موجودہ حالات میں وہ قریب قریب ناقابل عمل ہے۔ جہاں اسلامی حکومت ہو، عدل و انصاف کا کم مدتی اور آسان نظام موجود ہو، اسلامی بیت المال ہو، جس کا ایک مقصد مستقل مقرضوں کی اعانت اور ان کے قرضوں کی ادائیگی میں مدد اور محتاجوں کے لئے سرکاری خزانہ سے کفالت کی گنجائش ہو، پھر اسلامی حکومت یا شریعت کے نفاذ کی وجہ سے اخلاقی برائیاں اور اس کے محرکات کم سے کم ہوں وہاں اگر عورت کو شوہر کے نام پر قرض لینے کو کہا جائے تو یہ بات قابل عمل بھی ہے اور قابل فہم بھی۔

لیکن جہاں نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ اسلامی بیت المال ہے پیسوں اور روپوں میں انسانی

عفت و عصمت کا ہر سر عام سودا ہوتا ہو۔ سود کی لعنت سے قرض حسہ کی جائے پیسوں سے پیسے حاصل کرنے کی ہوس پیدا کر رکھی ہے۔ مقروض کے لئے تعاون کی کوئی خاص صورت نہ ہو۔ اور بے سہاروں کی کفالت کا کوئی نظام نہ ہو اور عدالت سے انصاف حاصل کرنے کے لئے نہ صرف زر کثیر بلکہ صبر ایوب بھی مطلوب ہو۔ وہاں بھی اگر عورتوں کا نکاح ان کے مطالبہ کے باوجود شوہر سے منع نہ کیا جائے تو یہ اس کی جان کے لئے بھی مسلک ہے۔ اور اس کی عفت و عصمت کے لئے بھی خطرہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خصوصاً ہندوستان جیسے ممالک میں اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے مسلک پر عمل کیا جائے۔ اور سیدنا عمرؓ کی نظیر کو پیش نظر رکھا جائے۔

## مالکیہ کا مسلک

البتہ دیکھنا چاہیے کہ اس سلسلہ میں طریق کار کیا اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے مسلک کی تفصیلات پر ایک نظر ڈال لی جائے۔  
امام مالکؒ کے مسلک کی تفصیل اس طرح ہے :  
شوہر گزرے ہوئے ایام کا نفقہ دینے پر قادر نہ ہو مگر حالیہ دنوں کا نفقہ دیتا رہے تو بیوی کو حق نہیں کہ وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرے :

ولها الفسخ ان عجز عن نفقة حاضرة لا ماضية  
(ترجمہ) اگر نکاح کے وقت عورت شوہر کی تنگدستی، فقر و محتاجی اور نفقہ ادا کرنے کی عدم استطاعت سے واقف ہو یا اس کو واقف کرا دیا گیا ہو۔ پھر بھی اس مرد سے نکاح کر لے تو اب بھی اس کو حق نہیں کہ شوہر کی تنگدستی کی بنا پر نفقہ کا مطالبہ کرے۔

ان لم تعلم حال العقد فقره  
مطلب یہ ہے کہ عورت کا معیار زندگی کچھ بھی ہو لیکن مرد معمولی قسم کی غذا اور کپڑا بھی مہیا کر سکے تو عورت فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی :

ان قدر على القوة ولومن خشن المأكول وهي عليه القدر او خبز بغیر ادم وعلى ما  
بواوی العویدہ ولومن غلیظ الصوت (وان) کانت (غنیة) شانها لبسی الحریر۔  
یوں قاضی کے پاس جب شوہر کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو جانا ثابت ہو جائے اور شوہر موجود ہو تو قاضی اپنی صوابدید سے اس کو کسب معاش اور ادائیگی نفقہ کے لئے ایک مہلت دے۔ اگر اب بھی وہ نفقہ

ادانہ کر سکے تو قاضی اسے حکم دے کہ یا تو نفقہ ادا کرو۔ یا پھر فی الفور اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اگر شوہر طلاق دینے سے گریز کرے تو خود قاضی اس کی طرف سے طلاق دے دے:

فان اثبت عسره تلوم له بالا اجتہاد والا امر بها او بالطلاق بلا تلوم فان طلق او انفق والا طلق عليه بان بقول الحاكم فسخت نكاحه

اگر شوہر موجود نہ ہو نہ عورت کے لئے نفقہ چھوڑ کر گیا ہو نہ خود عورت نے نفقہ معاف کیا ہو اور نہ شوہر کی طرف سے نفقہ کی ادائیگی کا وکیل ہو، تو اگر اتنا دور رہے کہ آتے آتے دس دن لگ جائیں گے تو قاضی نکاح فسخ کر دے گا اور اگر شوہر قریب ہی ہو تو اسے طلب کرے گا۔ خود آؤ یا نفقہ بھیج دیا پھر طلاق دے دو۔ اور اگر شوہر اس کی حکم عدویٰ کرے تو عام اصول کے مطابق خود قاضی کو اختیار حاصل ہو جائے گا کہ وہ طلاق دے دے:

اگر شوہر صرف اس قدر نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو کہ بیوی جی لے اور موت و ہلاکت سے اپنے کوچے لے کر آسودہ و مطمئن نہ ہو سکے تو اس نفقہ کا بھی اعتبار نہیں اور قاضی اس کا نکاح فسخ کر دے گا:

(كان وجد ماسيد الرمي) اي ما يحفظ الحياة خاصة دون شعب معتاد ومتوسط فانه يطلق عليه اذا صبر لها عادة على ذالك۔

البتہ اگر مدت کے دوران ہی شوہر بیوی کا مروج طریقہ پر نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو گیا تو اسے بیوی کو لوٹا لینے کی گنجائش ہوگی۔ مدت گزر جانے کے بعد یہ حق باقی نہیں رہے گا:

(وله) لزوج الذى طلق عليه لعسرة (رجعتها) ان وجد فى العدة بساراً يقوم بواجب مثلها عادة

اگر شوہر نے نفقہ ادا نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ اس سے عاجز تھا لیکن قاضی کے سامنے وہ اپنی مجبوری ثابت نہ کر سکا تو قاضی فی الفور اس کی طرف سے طلاق دے دے گا:

يدعى العجز عن النفقة ولم يثبت عجزه فى هذه الحالة يطلق عليه القاضى حالا على المعتمد

اور اگر وہ قدرت کے باوجود نفقہ ادا نہ کرے اور خود اس کا معترف ہو تو ایک رائے یہ ہے کہ اس کو قہر کہہ دیا جائے یہاں تک کہ نفقہ ادا کرنے لگے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس سے طلاق دلوائی جائے تاہم اگر وہ ان میں سے کسی کو قبول نہ کرے تو پھر قاضی نکاح فسخ کر دے گا:

فاذا لم يجب عليه بشئى طلق القاضى عليه فوراً (۱۸)

## شوافع کا مسلک

امام شافعیؒ کے ہاں احکام اس طرح ہیں:

شوہر آخری درجہ کا نفقہ۔ لباس اور رہائش گاہ بھی فراہم نہ کر سکتا ہو۔

ان یعجز عن اقل نفقة

موجودہ دنوں اور آنے والے دنوں کا نفقہ بھی ادا نہ کر سکے۔ گزشتہ دنوں کا بتایا ادا نہ کر سکے تو اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہ ہوگا:

ان يكون عاجزاً عن النفقة الحاضرة او المستقبلية اما العجز عن النفقة المتجمدة فلا فسخ به۔

میری کا نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس کے خادم کا نفقہ ادا نہ کر سکے تو موجب فسخ نہیں۔

ان يكون عاجزاً عن نفقة الزوجه

ان شرطوں کے ساتھ شوہر کی عسرت کی بنا پر قاضی عورت کا نکاح فسخ کر دے گا۔ اگر شوہر خوشحال ہو، لیکن قصداً نفقہ ادا نہ کرے تو نکاح فسخ نہ کیا جائے گا۔ بلکہ عدالت جبراً اس سے نفقہ وصول کرے گی۔

اگر شوہر غائب ہو تو اس کے خوشحال اور تنگ دست ہونے کا اعتبار ہوگا۔ اگر تنگ دست ہے تو قاضی نکاح فسخ کر دے گا۔ اور خوشحال ہو اور اس کی جائیداد موجود ہو تو چاہیے اس کا پتہ نہ چلتا ہو پھر بھی نکاح فسخ نہیں ہوگا بلکہ اس کے مال میں سے نفقہ ادا کیا جائے گا:

وذا كان الزوج غائباً ولم يثبت العسارة ببينة يكون كالحاضر الممتنع فليس لها

طلب فسخ نكاحه سواء انقطع خبره او لم ينقطع على المعتمد

البتہ عورت کی نکاح سے قبل شوہر کے حالات سے واقفیت اور نواقضیت کا اعتبار نہیں۔ اگر وہ واقف ہو پھر بھی نکاح کے بعد نفقہ سے محرومی کی وجہ سے اسے طلاق کا مطالبہ کرنے کا حق ہوگا۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس نے اس توقع پر نکاح کیا ہو کہ آئندہ وہ کسب معاش کرنے لگے گا۔

ولا بشرط عدم علمها بفرقه عند العقد فاذا علمت ورضيت به ثم عجز عن الانفاق

كان لها الفسخ:

اور خود امام شافعیؒ کے الفاظ میں ولو علمت عسره لانه يمكن ان يوسر۔

شوافع مسلک کی ایک خاص قابل ذکر بات یہ ہے کہ اگر قاضی عورت کے حلقے میں نہ رہتا ہو تو وہ شوہر کو نفقہ حاصل کرنے کے لئے تین دنوں کی مہلت دے کر خود بھی اپنے آپ کو طلاق واقع کر سکتی ہے۔

فاذالم یکن فی جہتہا قاضی ولا محکم امہلتہ ثلثتہ ایام وفسخت العقد فی صبیحة الرابع بنفسہا۔ (۱۹)

## حنابلہ کا مسلک

امام احمدؒ کے ہاں اکثر مسائل شوافع کے مطابق ہیں۔ عورت کے نکاح سے پہلے شوہر کی عسرت سے واقفیت بلکہ اس پر راضی ہونے کے باوجود عورت طلاق کا مطالبہ کرنے کی مجاز ہے۔ شوہر کو نفقہ فراہم کرنے کی مہلت ان کے ہاں بھی تین دن ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جو شوہر صالح یا تاجر وغیرہ ہو اور وقتی تنگی یا بیماری میں مبتلا ہو اس کے لئے کچھ زیادہ دنوں کی مہلت دی جائے گی۔ البتہ عورت کا نکاح فسخ کرنے کا مجاز صرف قاضی ہی ہوگا۔

وان عسر الزوج بنفقتها او ببعضها من نفقة العسر لا بما زاد منها او عسر بالكسرة او ببعضها او بالسكنی او المهر بشرط خیرات علی التراخی بین الفسخ من غیر انتظار و بین المقام وتمکینه ---- ولو كانت موسرة فان اختارت المقام او رضیت بعسرتہ او تزوجتہ عالمة به او بشرط ان لا ینفق علیہا او اسقطت النفقة المستقبلة ثم بدالها الفسخ فلها ذالک۔ (۲۰)

## مہلت کی مدت

شوہر کو نفقہ ادا کرنے پر قدرت کے لئے کس قدر مہلت دی جائے گی اس سلسلہ میں علامہ ضعافیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے ہاں ایک ماہ۔ امام شافعیؒ کے ہاں تین دن، حمادؒ کے ہاں ایک سال، بعض حضرات کے یہاں ایک ماہ اور دو ماہ کی مدت ہے۔ نیز اوپر امام احمدؒ کے ہاں بھی تین دنوں کی مہلت کا ذکر ہو چکا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ قاضی کی صوابدید پر منحصر ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ علامہ ابو لبرکات الدرویر نے الشرح الصغیر میں اور حاوی نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے اور اوپر اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

صنفاً جو خود شافعی ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں :

قلت لا دليل على التعيين بل ما يحصل به النظر (۲۱)

(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ متعین کرنے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ تمام عیوب اسی میں شامل ہیں جن سے ضرر پیدا ہو۔

## کلمہء آخر

مختلف مذاہب کی تفصیلات موجودہ حالات و مال اور شریعت اسلامی کی روح کو سامنے رکھنے سے اس طرف ذہن جاتا ہے کہ فقہ مالکی پر اس مسئلہ میں ہندوستان میں عمل کیا جائے۔ البتہ اس مسئلہ میں عورت پہلے سے شوہر کی تنگ دستی سے واقف ہو اس رائے کو اختیار کیا جائے جو شوائع اور حنابلہ کی ہے۔ اور اس کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا کرے۔ اس لئے کہ نفقہ عورت کا مستقل حق ہے جو یونانیو گاو واجب ہوتا ہے۔ اگر ایک باورہ اس سے اپنی بے وقوفی یا مستقبل کی توقع پر دستبردار بھی ہو جائے تو اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ آئندہ بھی اس اقدام حیات سے محروم ہی رہ کر زندگی بسر کرتی رہے۔

## حوالہ جات

- ۱۔ القرآن الکریم البقرہ (۲/۲۳۳)
- ۲۔ ایضاً 'الطلاق' (۷/۶۵)
- ۳۔ ایضاً 'الطلاق' (۷/۵۶)
- ۴۔ مسلم الجامع الصحیح ۸۹/۲ (کتاب النکاح باب ۱۹: جہا النبی ﷺ حدیث ۱۳۷۸) مطبوعہ استنبول
- ۵۔ البخاری، مع فتح الباری، مطبوعہ بیروت لبنان، ۵۰/۷۹، کتاب النکاح باب ۹: اذا لم یتنفق الرجل۔۔۔۔۔ حدیث ۵۳۶۴ پوری حدیث اس طرح ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ہند بنت عتبہ نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ابو سفیان ایک لالچی شخص ہے اور وہ اتنا مال نہیں دیتا جو میرے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو، ماسوائے یہ کہ اس کی لاعلمی میں، میں اس سے کچھ لے لوں، فرمایا اتنا لے سکتی ہو جو تیرے اور تیری اولاد کے لیے معروف طریقے پر کافی ہو۔
- ۶۔ ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) المغنی فی شرح مختصر الخرقی، طبع سعید رشید رضا، ۳۳۱/۳ اور ۳۳۲۔
- ۷۔ الدمشقی العثماني (موجودہ ۸۰ھ) رحمۃ اللہ فی اختلاف الامہ بولاق، مصر، ۱۳۰۲ھ، ص: ۳۲۰۔
- ۸۔ الحکامی، محمد بن اسماعیل، بل السلام شرح بلوغ المرام، دہلی، ۱۳۰۲ھ/۲۲۳
- ۹۔ القرآن الکریم 'الطلاق' (۷/۶۵)
- ۱۰۔ السیوطی، الدر المنثور، مطبعہ المینیہ مصر ۱۳۱۴ھ/۹۲/۶، ۵۹۱ مطبوعہ قاہرہ، نیز دیکھئے الجامع الاحکام القرآن للقرطبی، قاہرہ ۱۹۶۵ء، ۱۴۱/۶۹-۱۶۲
- ۱۱۔ القرآن الکریم (البقرہ: ۲/۲۲۹)
- ۱۲۔ ایضاً (الطلاق ۶/۶۵)
- ۱۳۔ الدارقطنی، السنن (کتاب الطلاق)
- ۱۴۔ قواعد فی علوم الحدیث، ص: ۱۳۹
- ۱۵۔ موسوعہ عمر بن الخطاب، قاہرہ، ص: ۶۴ (بذیل فقہ الزودج) مطبوعہ عکویت
- ۱۶۔ دیکھئے ابو داؤد السنن (کتاب النکاح)
- ۱۷۔ سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل، ۱۲۰ لاہور۔
- ۱۸۔ ایضاً۔
- ۱۹۔ الجزیری، الفہم علی المذہب الاربعہ، مطبوعہ قاہرہ (کتاب النکاح) ۸۳/۲، ۵۸۲۔